ادب سیرت میں عیون الاثر کی نمایاں خصوصیات اور اہل علم کا استفادہ

Prominent features of Ayun-Ul-Athar in Seerah Literature and quenching the thirst knowledge by Scholars

Dr Muhammad Waseem Mukhtar
Assistant Professor,
Department of Islamic Studies & Arabic
Gomal University D.I Khan
Email: waseemmukhtar484@gmail.com

Saad Jaffar
Lecturer Islamic studies, Department of Pakistan Studies
Abbottabad University of Science and Technology, KPK, Pakistan
Email: SaadJaffar@aust.edu.pk

Mr Waqar Ahmed
Lecturer Institute of Islamic Studies
Mirpur University of Science & Technology (MUST), Mirpur AJK
Email: waqarahmedfaizi@gmail.com

Abstract

Seerat Tayyaba became the center of attention of Muslims since the time of Prophetﷺ . A number of scholars took up the subject of Seerat for the sake of quenching their thirst for knowledge or achieving success, and they presented his research efforts in the service of the Ummah.The authors elevated this knowledge treasure of Seerat Tayyaba to new dimensions through their intellectual abilities. In this collection of Seerat, Ayun-ul-Athar has a distinguished status. It is one of the important books on Seerah of its time, in which the writer used the Muhaddith style. It is the masterpiece of a renowned Muhaddith Ibn Sayyid al-Nas. Which has a prominent place due to its style of expression and writing method. He adopted a unique and concise style from previous writers. The Islamic scholar, thinkers and philosophers praised the book for its hadith style, elegant writing and use of authentic references. These Qualities and Features, the successors of Islamic Studies (Quran & Hadith, ext.) For this reason, later authors and thinkers gave Seerat Ibn Sayyid Un-Nas (Ayun al-Athar) as an authentic source.

Keywords: Ibn Sayyid Un-Nas, Ayun al-Athar, Hadith style, Islamic scholar, Authentic, sources, Qualities and Features, Seerah

تمہید:

ابنِ سیّد الناس کی سیرۃ النبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے موضوع پر تصنیفِ لطیف اپنے وقت کی مشہور کتب میں سے ہے۔ آٹھویں صدی ہجری میں سیرت پر لکھی گئی یہ کتاب محدثانہ اندازِ اسلوب کی سب اہم کتاب ہے۔ علمُ الحدیث اور

علمُ الرجال پر گہری نظر رکھنے کے علاوہ سیرۃ النبی ﷺ کے ذخیرہ پر دسترس، شعر وشاعری پر مہارت، ادب وبلاغت پر وسعت کاملہ اور پختہ وٹھوس تحریر کی بنا پر آپ کی اس تصنیف کو علمی وادبی حلقوں کے علاوہ عوام نے بھی شرفِ قبولیت سے نوازا۔ ابنِ سیّد الناس کی سیرت نگاری میں وہ کون سی خصوصیات و امتیازات تھی جس کی وجہ سے آپ کی کتاب کو علمی اور عوامی حلقوں میں پذیرائی نصیب ہوئی۔ کتاب کے مطالعہ سے جن امتیازی خصوصیات کی جانب ذہن منتقل ہوتا ہے وہ درج ذیل ہیں:

عیون الاثر کی امتیازی خصوصیات

1۔ مستند ذخیرہ احادیث اور کتبِ سیرت پر اعتماد:

ابنِ سیّد الناس کی حدیث کے علم میں مہارت حاصل تھی۔ آپ طویل مدت تک حدیث کے شعبہ سے منسلک رہے۔ اور آپ کا شمار اپنے وقت کے حفاظ حدیث میں ہوتا ہے۔ کتاب کی تالیف میں آپ نے ذخیرۂ احادیث، سیرت کے موضوع سے متعلق اہم ومستند کتب، علم انساب اور تاریخ کے بنیادی کتب کو مأخذ بنایا ہے۔ کتاب میں متفرق مقامات پر اِن کتب کے حوالے بھی دیئے ہیں۔ اکثر کتب کے اسانید کو کتاب کے آخر میں بیان کیا ہے۔ احادیث کی جن کتابوں کے آخر میں سند ذکر کی ہے۔ اُن میں صحاح ستہ، معاجیم للطبرانی، مسند ابو یعلی الموصلی، الفوائد المعروفہ با لغیلانیات وغیرہ، سیرۃ النبی ﷺ سے متعلق کتب میں السیرۃ النبویۃ لابن ہشام سے امام ابن اسحاق کی روایات، مغازی موسی بن عقبہ، مغازی ابن عائذ، طبقات ابن سعد، طبقات ابن عروبہ، الدرر فی اختصار المغازی و السیر، الشفاء بتعریف حقوق المصطفیٰ اور الروض الانف شامل ہیں۔ کتب انساب میں امام الرشاطی کی اقتباس الانوا اور الاستیعاب سے استفادہ کیا۔

مؤلف واقعات کی تفصیل میں جو بات جہاں سے نقل فرماتے ہیں اُس کتاب کا حوالہ ذکر کرتے جاتے ہیں، جیسے واقعہ حدیبیہ کی تفصیل نقل کرتے ہوئے واقعہ کی ابتداء ابنِ اسحاق کی روایت سے کی۔ واقعہ کی تاریخ ابنِ اسحاق نے ذکر نہیں کی اُس کو ابنِ سعد کے طریق سے ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ "وعند ابن سعد:یوم الاثنین لهلال ذی القعده" اس واقعہ میں آپ ﷺ کے ساتھ کتنے حضرات سفر پر تھے ابنِ اسحاق کی روایت ذکر کرکے ابنِ عائذ اور موسی بن عقبہ کے قول کو نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وذکر ابن عائذ عن الولید بن مسلم، عن الزہری:کانوا اربع عشرۃ ماءۃ۔ وذکر ابن عقبه عن جابر:کا نوا ستة عشر ماءۃ"[1]

(ابن عائذ نے ولید بن مسلم سے امام زہری کا قول نقل کیا۔ کہ اس واقعہ میں ۱۴۰۰ حضرات شریک تھے۔ ابنِ عقبہ نے جابر سے جو نقل کیا اُس کے مطابق ۱۶۰۰ حضرات اس غزوہ میں شریک تھے۔)

اس واقعہ کے فوائد کے ذیل میں بیعت کا ذکر کیا اور اس پر کلام فرمائی کہ سب سے پہلے کس نے بیعت کی۔

2۔ سیرت النبی ﷺ کے بنیادی رواۃ پر جرح وتعدیل:

ابنِ سیّد الناس کو حدیث پر ملکہ کامل حاصل تھا اور اسماءُ الرجال کے فن پر بھی مہارت رکھتے تھے جس کی وجہ سے آپ نے کتاب کے مقدمہ میں سیرت النبی ﷺ کے نبیادی روات امام ابنِ اسحاق اور امام واقدی پر ہونے والی جرح پر تفصیل سے کلام کیا ہے اور اُن پر وارد ہونے والے اعتراض کا جائزہ لینے کے بعد یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ان حضرات سے روایت لینا درست ہے۔ ان حضرات پر جرح کی بحث ۱۹ صفحات پر مشتمل ہے۔ جس میں ابنِ اسحاق کی شخصیت پر ہونے والے اعتراضات ذکر کرکے اُن کے مفصل جوابات نقل کیے ہیں۔ اسی طرح امام واقدی پر ہونے اعتراضات نقل کرکے اُن کی وسعتِ علم، علمی مہارت و قابلیت اور تبحر علمی کا تذکرہ کیا۔ مؤلف کے نزدیک اس طرح کی شخصیت پر اِس طرح کے اعتراض ہونا ایک عام بات ہے۔ ان کا باتوں کا ذکر کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"سعة العلم مظنة لكثرة الاغراب وكثرت الاغراب مظنة للتهمة والواقدی غیرمدفوع عن سعة العلم فکثرت بذلک غرائبه"[2]

(علم کی وسعت انوکھے پن کی زیادتی کے ساتھ ملا ہوا ہے اور نامانوس باتوں کی زیادتی تہمت کے ساتھ ملا دیتی ہے اور واقدی علم کی وسعت سے محفوظ نہیں ہیں تو اُس وجہ سے اُن کی نامانوس باتوں بھی زیادہ ہو جاتی ہیں)

بعد ازاں مؤلف نے واقدی کی علم وسعت اور تبحر علمی کی وضاحت مختلف اسلاف کے اقوال کی روشنی میں کی ہے۔

3۔ اسنادِ عالیہ:

اسناد لفظ سَنَد کی جمع ہے جس کے معنی وثیقہ، سہارا، سہارے کی چیز اور رسید کے آتے ہیں۔ علامہ جلال الدین السیوطی علامہ ابن حزم کے حوالہ سے اسناد کی تعریف نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قَالَ ابْنُ حَزْمٍ: نَقْلُ الثِّقَةُ عَنِ الثِّقَةِ يَبْلُغُ بِهِ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَعَ الِاتِّصَالِ، خَصَّ اللَّهُ بِهِ الْمُسْلِمِينَ دُونَ سَاءِرِ الْمِلَلِ"[3]

(ابن حزم فرماتے ہیں کہ اسناد ثقہ روایوں کا ثقہ راویوں سے کوئی بات نقل کرنا یہاں تک کہ وہ روایت اتصال کے ساتھ بنی کریم ﷺ تک پہنچ جائے۔اتصال کا طریقہ صرف امت محمدیہ کے ساتھ خاص ہے بقیہ امتوں میں نہیں)

اسی اسناد کی ایک قسم ہے اسناد عالی جس کی تعریف ذکر کرتے ہوئے جلال الدین سیوطی لکھتے ہیں:

"أَجَلُّهَا الْقُرْبُ مِنْ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ حَيْثُ الْعَدَدُ"[4]

(وہ روایت جو عدد کے اعتبار سے نبی کریم ﷺ کے زیادہ قریب ہو)

اسنادعالیہ کو مقدم رکھنا:

بعض مرتبہ کسی واقعہ کی تفصیل میں سندِ نازل کی روایات کو ترک کر دیتے ہیں اگرچہ وہ روایت کتبِ صحاح ستہ میں ہی کیوں نہ موجود ہو۔اِس کے مقابلے میں اُس روایت کو ترجیح دیتے ہیں جس کی سند تو عالی ہو چاہے وہ کتبِ صحاح ستہ میں موجود ہو یا نہ ہو۔اسنادِ عالی کی طلب محدثین کرام میں ہر زمانہ میں رہی ہے جس کو پیش نظر رکھتے ہوئے مؤلف نے بعض مقام پر سندِ عالی کی روایت کو ترجیح دی، جیسے "**خبر عموم بعثته عليه الصلاة السلام**" کے ذیل میں یہودیوں ونصرانیوں کے اسلام لانے اور نہ لانے سے متعلق روایت ابو بکر الشافعی کی کتاب **الغيلانيات** سے نقل کی،سند یہ ہے:

"قريء عَلَى عَبْدِ الرَّحِيمِ بْنِ يُوسُفَ الْمَوْصِلِيِّ وَأَنَا أسمع، أخبركم ابن طبرزد قَالَ: أَنَا ابْنُ الْحُصَيْنِ أَنَا ابْنُ غَيْلانَ عَنْ أَبِي بَكْرٍ الشَّافِعِيِّ، ثَنَا إِبْرَاهِيمُ بْنُ عَبْدِ اللَّهِ بْنِ مُسْلِمٍ، ثَنَا سُلَيْمَانُ بْنُ حَرْبٍ، ثَنَا شُعْبَةُ عَنْ أَبِي بِشْرٍ عَنْ سَعِيدِ بْنِ جُبَيْرٍ عَنْ أَبِي مُوسَى---"[5]

اس روایت کے تذکرہ میں شارح بسط ابن العجمی لکھتے ہیں:

"اخرجه النسائى فى السنن الكبرى فى كتاب التفسير وانما اثر المؤلف روايته من الغيلانيات ولم يذكر من النسائى لانه له اعلى"[6]

(امام نسائی نے السنن الکبری کی کتاب التفسیر میں روایت کو ذکر کیا ہے اور مصنف نے اُس روایت کو غیلانیات سے ذکر کیا اور نسائی سے ذکر نہیں کیا کیوں کہ اُس کی سند اعلی تھی)

یعنی یہی روایت سنن نسائی میں بھی مذکور تھی، لیکن ابن سید الناس نے سند اعلی کی وجہ سے **الغيلانيات** کی روایت کو بیان کیا اور سنن نسائی روایت کو ذکر نہیں کیا۔

4۔ منفرد اسلوبِ بیان:

ابن سیّد الناس نے سیرت النبی ﷺ سے متعلق واقعات کو بیان کرنے میں جو انداز اپنایا ہے۔ ایسا انداز کسی سیرت کی کتاب میں نہیں ملتا۔ آپ نے مدنی دور کے حالات کو بیان کرنے میں یہ انداز اپنایا ہے کہ جب مدنی دور کے واقعات کا تذکرہ شروع کرتے ہیں تو سالِ اول کے واقعات کو بتلاتے ہوئے غزوات کی ابتدا کرنے کے بعد تمام غزوات نہایت بسط سے بتلا کر آخر میں ازواجِ مطہرات، آپ ﷺ کی اولاد، رشتہ داروں اور فضائل و شمائل کا تذکرہ کیا ہے۔

5۔ اندازِ بیان اسناد:

ابن سیّد الناس نے کتاب کو محدثانہ انداز سے مرتب کیا۔ لیکن واقعات کی اسناد اور اسی جو اقوال مختلف سیرت نگاروں، مؤرخین اور علمُ الانساب کے ماہرین سے نقل کرتے ہیں۔ اُن کے ساتھ بار بار سند کو ذکر نہیں کرتے۔ بلکہ جن اہم کتبِ احادیث، کتبِ سیرت، کتبُ الانساب اور دیگر کتب سے کتاب کی تالیف میں استفادہ کیا ہے۔ اُن تمام کی اسناد کو کتاب کے آخر میں ذکر کیا ہے۔ مؤلف نے اس بات کی وضاحت کتاب کے مقدمہ میں بھی کی ہے۔

ابنِ سیّد الناس نے واقعات کے بیان میں نیا انداز اختیار کیا۔ سن ہجری کے اعتبار سے واقعات کو ذکر کرنے کی بجائے غزوات کی ابتداء کے بعد غزوات کو یا اُن واقعات کو ذکر کیا جو سیرت کے آنے والے واقعات سے تعلق رکھتے تھے، جیسے حضرت عمرو بن العاس اور حضرت خالد بن الولید کے اسلام لانے کا واقعہ۔ سیرت النبی ﷺ سے متعلق واقعات کے بنیادی روات پر جرح کی۔ انساب میں مختلف کتب کو مد نظر رکھتے ہوئے اُن کے تلفظ اور نسب نامہ کے اختلاف کو واضح کیا۔ سیئر، مغازی اور شمائل کو ایک کتاب میں یکجا کر دیا۔ ہجرت کے بعد کے تمام اہم واقعات کو نہایت اختصار کے ساتھ بتلایا۔ علامہ ابنِ عبدالبر کی کتب سے بکثرت استفادہ کیا۔ اس لیے کی مقام پر اُن کی روایات یا فصول نقل کر کے اُن کی مخالفت کی، جیسے حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر کے حوالے سے، غزوہ بدر سے متعلق اشعار کو ذکر کے "فصل" قائم کی جس کے آخر میں لکھتے ہیں:

"وہذا الفصل ذكره أبو عمر فى ہذا الموضع من كتابه فى المغازى وفيه نظر"[7]

(اس فصل کو ابو عمر نے اس موقع اپنی کتاب المغازی میں ذکر کیا ہے حالانکہ یہ درست نہی ہے)

اسی طرح سیرت کے واقعات کو بیان کرنے کا انداز بھی بالکل منفرد ہے۔ غزوات کے بیان میں دیگر واقعات کو بیان نہیں کرتے ہیں۔ تمام واقعات کا خلاصہ سن ہجری کے اعتبار سے ذکر کرتے ہیں۔ شمائل و فضائل اور کمالات کے بیان میں نہایت اختصار کے ساتھ تمام واقعات کو بہت عمدہ انداز میں بیان کر دیا ہے۔

6۔ کتب غیر موجودہ و مطبوعہ سے استغناء:

کتاب کی تالیف میں مؤلف نے سیرت و تاریخ کے بعض ایسے بنیادی مراجع سے استفادہ فرمایا، جو مرور زمانہ کی وجہ سے زیور طبع سے آراستہ نہ ہو سکیں۔ مؤلف نے مختلف مقامات پر ان کے اقتباس وآراء کے نمونے نقل کر کے قدر دانی کا فریضہ ادا کرنے کے علاوہ اُن کتب سے بھی مستغنی کر دیا ہے، جیسے **مغازی ابن عائذ، مغازی لاموی، مغازی محمدبن الحسن، طبقات ابن عروبہ** وغیرہ۔

اسی طرح بعض کتب کے اقتباس اتنی کثرت سے نقل فرمائے ہیں کہ اُن اقتباس کی روشنی میں بعد کے محققین نے کتاب کے اصل متن کو جانچا ہے، جیسے علامہ ابن عبد البر کی کتاب "**الدرر فی اختصار المغازی والسیر**"

7۔ کتب کی امتیازی حیثیت اور افادیت سے متعلق علماء کی آراء:

کسی کتاب سے استفادہ کرنے میں اہل علم کی آراء نہایت اہمیت کی حامل ہوتی ہیں۔ سیرت ابن سید الناس کے امتیازی وصف اور خصوصیت کے بارے میں چند اہل علم کی آراء پیش خدمت ہیں:

1. تاج السبکیؒ (م771ھ) کتاب کی بابت لکھتے ہیں:

"صنف الشیخ فتح الدین کتابا فی المغازی والسیر سماہ "عیون الاثر" احسن فیہ ماشاء"[8]

(شیخ فتح الدین نے مغازی وسیر میں ایک کتاب تالیف فرمائی، جس کا نام عیون الاثر ہے، اُس میں جو جمع فرمایا کیا ہی عمدہ ہے۔)

2. حافظ ابن کثیر (م774ھ) رقم طراز ہیں:

"وقد جمع سیرۃ حسنۃ فی مجلدین"[9]

(اور انہوں نے دو جلدوں میں نہایت ہی عمدہ سیرت کو جمع کیا ہے۔)

3. ابن حجر عسقلانی کتاب کی افادیت واہمیت کا تذکرہ کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"وصنف فی السیرۃ کتابہ المسمی "عیون الاثر" وھو کتاب جید فی بابہ"[10]

(سیرت کے موضوع پر آپ کی تصنیف کردہ کتاب عیون الاثر، اپنے موضوع کی نہایت عمدہ کتاب ہے۔)

4. امام شوکانی (م1250ھ) کے نزدیک لوگ آپ کی حیاتِ مبارکہ میں ہی اس کتاب سے استفادہ کرنے لگے تھے۔ بقول شوکانیؒ:

"له تصانيف؛ منها السيرة النبوية المشهورة، التى انتفع بها الناس من اهل عصره فمن بعدهم"[11]

(آپ کی متعدد تصانیف ہیں؛ اُن میں سے ایک سیرت نبویہ ﷺ پر مشہور کتاب ہے، جس سے آپ کے زمانہ کے لوگوں نے اور بعد والوں نے استفادہ کیا۔)

5. صاحب الکشف الظنون کتاب کا تذکرہ ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"هو كتاب معتبر جامع لفوائد السير"[12]

(وہ معتبر اور قابل اعتماد کتاب ہے، جو سیرت کے تمام مضامین کے اعتبار سے جامع ہے۔)

یہ توصیفی کلمات کتاب کی اہمیت و قدر و منزلت کا منہ بولتا ثبوت ہیں، اور یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب کتبِ سیرت میں بہت عمدہ و اچھے مرتبہ فائز ہے، جس میں سیرت کے تمام مضامین کو عمدہ انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

عیون الاثر کے اثرات کا مطالعہ:

عیون الاثر کو علمائے وقت سے پذیرائی ملی۔ اس کا ذکر تمام تذکرہ نگاروں نے عمدہ انداز میں کیا ہے۔ حافظ ذہبی، حافظ ابنِ کثیر اور حافظ ابنِ حجر جیسی شخصیات نے اس کی توصیف کی ہے۔ عیون الاثر کی اہمیت کے پیشِ نظر اس کی شروحات لکھیں گئیں۔ کتاب کے سب سے مشہور شارح بسط ابن العجمی نے عیون الاثر کو دیگر کتب سیرت میں چاند کی مانند قرار دیا ہے۔ اس عمدہ کتاب کے ادب سیرت پر تحقیقی و تنقیدی اثرات مرتب ہوئے۔

عیون الاثر کے زمانہ کے بعد کی لکھی ہوئی کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ بات روزروشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ ابنِ سیّد الناس کی اس اہم تصنیف سے بعد کے سیرت نگاروں، علمائے اصول حدیث، مفسرین نے استفادہ کیا اور فقہ کے مسائل میں استدلال کیا گیا۔ احادیثِ مبارکہ سے متعلق ابنِ سیّد الناس کی رائے، الفاظ کے تلفظ میں اور دیگر مسائل میں اُن کے قول و رائے کو ذکر کیا جاتا رہا ہے۔

1۔ مفسرین کا عیون الاثر پر اعتماد:

شہاب الدین مصری حنفی (م1069ھ) نے تفسیر بیضاوی کی وضاحت کے دوران مختلف مقامات پر بات کی وضاحت کے لیے عیون الاثر سے اقتباسات نقل کیے ہیں۔ سورۃ الاحزاب کی آیت "يا اَيُّهَا الَّذِينَ مَنُوا لاَ

تَدْخُلُوا بُيُوتَ النَّبِيِّ اِلَّا اَنْ يُؤْذَنَ لَكُمْ "کی وضاحت کے دوران حضرت عمر کے بارے میں ابنِ سیّد الناس کا اقتباس نقل کیا چنانچہ لکھتے ہیں:

"ذکر ابن سید الناس فی السیرة فی اسمہا خلافاً عند ذکر زوجاته التی فارقهن فقیل عمرة بنت یزید الکلابیة، وقیل فاطمة بنت الضحاک الکلابی وقیل غیر ذلک"[13]

(ابنِ سیّد الناس نے اپنی سیرت کی کتاب اُس عورت کے نام سے متعلق اختلاف ذکر کیا ہے جو اُسے داغِ مفارقت دے گئی۔ بعض کے نزدیک اُس کا نام عمرہ بنت یزید الکابیہ تھا۔ بعض کے نزدیک فاطمہ بن الضحاک الکلابی۔ بعض نے اس کے علاوہ دوسرے نام ذکر کیے ہیں۔)

اس کے علاوہ شہاب الدین مصری حنفی نے آٹھ مقام پر سیرت ابنِ سید الناس سے اقتباس نقل کیے ہیں۔

اسی طرح علامہ آلوسی نے بھی سورۃ الحشر کی ابتدائی آیت "" میں بنو نضیر کے اموال کی تقسیم کے دوران سرورِ عالم ﷺ نے انصار کو بھی کچھ عنایت فرمایا یا نہیں، کی بابت تفصیل میں ابن سید الناس کا قول نقل کرتے ہوتے لکھتے ہیں:

"کذا لم یذکره ابن سید الناس، وذکر انه اعطی سعد بن معاذ سیفا لابن ابی الحقیق کان له ذکر عندهم"[14]

(ابن سید الناس نے اُس کے نام کو ذکر نہیں کیا، یہ بیان فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے ابن ابی حقیق کی تلوار حضرت سعد بن معاذ انصاریؓ کو عنایت فرمائی، جیسے کہ دوسروں اسے بیان کیا۔)

علامہ آلوسیؒ نے سورۃ الحشر کے علاوہ سورۃ البقرۃ اور سورۃ محمد میں بھی سیرت ابن سید الناس سے اقتباس نقل کیے ہیں۔ صاحب تفسیر مظہری نے بھی سیرتِ ابنِ سیّد الناس سے اقتباس نقل کیے ہیں۔ چنانچہ سورۃ الانعام کے آیت ۳۹ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قال الحافظ فتح الدین ابن سید الناس فی سیرته تشفع ابن ابی سرح بعثمان رضی الله عنه فقبله النبی صلی الله علیه وسلم بعد تلوم وحسن إسلامه بعد ذلک حتی لم ینقم علیه فیه شیئا ومات ساجدا"[15]

(حافظ فتح الدین ابنِ سیّد الناس نے اپنی سیرت (عیون الاثر) میں کہا ہے کہ حضرت عثمانؓ کے ساتھ تشفع بن ابی سرح سلام لائے۔ نہایت عمدہ اسلام لائے اور اُس میں کسی چیز کا اضافہ نہ کر سکے اور سجدہ کی حالت میں فوت ہو گئے)

مفسرین کا ابنِ سید الناس کی سیرت پر اعتماد کرنا اس کی اہمیت کو دوچند کر دیتا ہے۔

علمائے اصولِ حدیث کا عیون الاثر سے استفادہ:

مفسرین کے طرح علمائے اصولِ حدیث نے بھی امام ابنِ اسحاق اور امام واقدی پر ان کی جرح پر اعتماد کیا ہے۔ اور ضعیف روایت کے بارے ان قول کو نقل کرتے ہیں اور ضعیف حدیث قابل عمل اور حجت ہے یا نہیں اس کے بارے میں ابنِسیّد الناس کا بھی نقل کرتے ہیں۔ چنانچہ محمد جمال الدین بن محمد سعید بن قاسم (م1332ھ) نے اپنی کتاب"قواعد التحديث فی فنون مصطلح الحديث" میں "ذكر المذاہب فی الاخذ بالضعيف واعتماد العمل به فی الفضائل" کے عنوان کے تحت ضعیف روایت کی قبولیت اور عدمِ قبولیت کے بارے میں قول اول کے ذیل میں ابنِ سیّد الناس کا اقتباس نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"الأول لا يعمل به مطلقًا؛ لا فی الأحكام، ولا فی الفضائل. حكاه ابن سيد الناس فی عيون الأثر، عن يحيى بن معين، ونسبه فی فتح المغيث لأبی بكر بن العرب"[16]

(پہلا قول یہ ہے کہ احکام میں نہ ہی فضائل میں حدیث ضعیف پر عمل کرنا جائز نہیں ہے۔ اس سے متعلق ابنِ سیّد الناس نے عیون الاثر میں یحیی بن معین سے حکایت نقل کی ہے اور یحیی بن معین نے اس کی نسبت فتح المغیث لابی بکر بن العرب کی جانب کی ہے۔)

کتب شروحاتِ حدیث میں عیون الاثر کے اقتباسات:

اصولِ حدیث کی کتب کے علاوہ شروحاتِ حدیث میں بھی عیون الاثر کے اقتباس نقل کیے گئے ہیں۔ چنانچہ صحیح البخاری کی مشہور ومعروف شرح فتح الباری میں حافظ ابنِ حجر عسقلانی حدیث بنی نضیر کے ذیل میں سیرت ابنِ سیّد الناس کا اقتباس نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"حملوا عليهم حملة واحدة فما أفلت منهم إنسان بل قتل منهم عشرة وأسر الباقون رجالا ونساء وساق ذلک اليعمری فی عيون الأثر ثم ذكر حديث بن عمر ثم قال أشار بن سعد إلى حديث بن عمر ثم قال الأول أثبت"[17]

فتح الباری کے علاوہ صحیح البخاری کی دوسری معروف شرح عمدۃُ القاری کے مصنف بھی سیرت ابنِ سیّد الناس سے اقوال مختلف ابواب کی تشریح وتوضیح کے لیے پیش کیے ہیں۔ جیسے باب حجۃ الوداع کے ذیل میں اونٹنی کا

ذکر کیا جس پر آنحضرت ﷺ سوار تھے۔ جس کے بارے میں مختلف اقوال نقل کر کے عیون الاثر سے قول نقل کرتے ہوئے لکھا:

"وفی عیون الأثر كانت ناقته التی ہاجر علیہا تسمى القصواء والجدعاء والعضباء، وقيل: العضباء غير القصواء، والعضباء ہی الّتی سبقت، فشق ذلک على المسلمين، والقصواء تأنيث الأقصى"[18]

(اور عیون الاثر میں ہے کہ وہ اونٹنی جس پر سرور دو جہاں ﷺ نے ہجرت فرمائی اُس کا نام قصواء، جدعاء اور عضباء تھا اور یہ کہاں گیا ہے کہ عضباء اور قصوا دونوں ایک نہیں اور عضباء وہ ہے جس کا تذکرہ پہلے ہو چکا ہے پس مسلمانوں اس بات پر یقین نہیں اور قصواء اقصی کی تانیث ہے)

کتب فقہ میں عیون الاثر سے استفاد:

علمائے اصولِ حدیث اور شروحاتِ حدیث کی طرح فقہ کی کتب میں بھی بطور دلیل عیون الاثر کی روایات کو پیش کیا جاتا ہے۔ جیسے فقہ حنفی کی مشہور کتاب الھدایۃ کی شرح "البنايه شرح الهداية" میں "حلية السيف من الفضة" یعنی تلوار کو سونے آراستہ کرنا جائز ہے یا نہیں نیز کپڑے کے کونے پر چاندی یا سونا لگا ہو تو اس کا استعمال جائز ہے یا نہیں۔ اسی تفصیل نقل کرتے ہوئے دلیل کے لیے سیرت ابنِ سیّد الناس سے اقتباس نقل کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

"الأصل أن يكون قد أعطاه للاستعمال ولئن سلمنا بقول الراوی شدہا على حقويه يدل على إباحة استعمالہا، وذلک لأنه صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رآه ہكذا ولم ينكر عليه إذ لو كان حراما لأنكره عليه، على أن الشيخ أبا الفتح ابن سيد الناس المعمری ذكر فی كتاب "عيون الأثر" وقال:كان للنبی صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ منطقة من أديم مبشور حلقہا وإبزيمہا وطرفہا فضة"[19]

(اصل بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے اس کو استعمال کے لیے دیا۔ اگر روای کی بات کو مان لیا جائے تو یہ بات چاندی کے استعمال کو مباح قرار دیتی ہے۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ نے اُس کے استعمال کو دیا اور اس پر نکیر نہیں فرمائی۔ اگر اس کا استعمال حرام ہوتا تو

آپ ﷺ اس سے منع فرماتے۔ اسی وجہ شیخ ابو الفتح ابن سیّد الناس نے عیون الاثر میں حدیث نقل کرتے ہیں۔ کہ نبی کریم ﷺ کے پاس چمڑے کا بنا ہوا کمر بندھ تھا جس کا حلقہ، بکسوا اور اُس کے دونوں اطراف چاندی سے مزین تھے۔)

اسی طرح تحفۃ الحبیب میں فقہ شافعی کے اقوال کے وضاحت کے دوران "فصل فی الایلاء" میں "حَتَّى يَنْزِلَ السَّيِّدُ عِيسَى" کے ذیل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زمین پر آمد کے بارے میں ابنِ سیّد الناس کے قول کو نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"قد نقل ابن سيد الناس في ترجمة سلمان الفارسی رواية الطبرانی والطّبریّ أن عيسى عليه السّلام لما نزل إلى الأرض بعد الرفع في حياة أمه وخالته فوجد أمه تبكى عند الجذع فأخبرہا بحاله، فسكن ما بہا ووجه الحواريّين في بعض الحوائج"[20]

(حضرت سلمان فارسیؓ کے واقعہ کی تفصیل میں ابنِ سیّد الناس نے طبرانی اور طبری کی روایت نقل کی۔ کہ حضرت عیسیٰؑ اپنی والدہ اور خالہ کی زندگی میں آسمان سے اترے تو اُنہوں نے اپنی والدہ کو درخت کے قریب روتے ہوئے پایا تو اُن کو اپنے تمام احوال کی خبر دی۔ جس پر وہ پر سکون ہو گئیں۔ یہ بات واقعہ اُس رونما ہوا جب حوارین بعض ضروریات میں مصروف تھے۔)

عہدِ حاضر کے فتاوی جات میں عیون الاثر سے استفادہ:

عصر حاضر کے فتاوی جات میں بھی سیرت ابنِ سیّد الناس سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ جیسے "كم سنة ظل الرسول صلى الله عليه وسلم، موجہاً صلاته إلى بيت المقدس قبل أن تحول القبلة إلى مكة؟ کے سوال کا جواب دیتے ہوئے لکھا کہ ہجرت کے بعد بیت المقدس کی جانب متوجہ ہو کر نماز پڑھنے کی مدت میں علما کا اختلاف ہے۔ بعد ازاں ابنِ سیّد الناس کا اقتباس نقل کرتے ہوئے لکھا:

"قال ابن سيد الناس في عيون الأثر: أما مدة صلاة النبي صلى الله عليه وسلم إلى بيت المقدس بالمدينة فقد رويناه أنه كان ستة عشر شہرا أو ثمانية عشر شہرا، وروينا بضعة عشر شہرا"[21]

(ابنِ سیّد الناس نے عیون الاثر میں فرمایا: بہر حال نبی کریم ﷺ کا مدینہ منورہ میں بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھنے کی مدت کے بارے میں جو ہمیں روایت کی گی ہے کہ ١٦ ماہ یا ١٧ ماہ اور دس ماہ سے کچھ ماہ زیادہ کی روایت ہم تک پہنچی۔)

اسی طرح سیرت میں پائے جانی والی ضعیف روایات میں ابن سیّد الناس کے قول کو اہمیت دی جاتی ہے اور اُسے نقل کیا جاتا ہے، جیسے بحیرہ راہب کے واقعہ میں جب نبی کریم ﷺ راستہ سے واپس ہوئے تو ایک روایت کے مطابق واپسی پر آنحضرت ﷺ کے ہمراہ حضرت ابو بکر صدیق اور بلال تھے۔ آپ نے اس بات کی تردید کی ہے چنانچہ عبدالکریم بن زید اس واقعہ کو نقل کرکے لکھتے ہیں:

"قال ابن سيد الناس: "في متنه نكارة وہي إرسال أبي بكر مع النبي صلى الله عليه وسلم بلالاً، وكيف وأبو بكر حينئذ لم يبلغ العشر سنين، فإن النبي صلى الله عليه وسلم أسنُّ من أبي بكر بأزيد من عامين، وكانت للنبي صلى الله عليه وسلم تسعة أعوام على ما قاله أبو جعفر محمد بن جرير الطبري وغيره، واثنا عشر على ما قاله آخرون، وأيضا فإن بلالاً لم ينتقل لأبي بكر إلا بعد ذلك بأكثر من ثلاثين عاماً، فإنه كان لبني خلف الجمحيين، وعندما عذب في الله على الإسلام اشتراه أبو بكر رضي الله عنه رحمة له واستنقاذاً له من أيديهم، وخبره بذلك مشهور"[22]

(ابنِ سیّد الناس کہتے ہیں۔ اس حدیث کا متن درست نہیں] متنِ حدیث یہ ہے[کہ نبی کریم ﷺ کے ساتھ ابو بکرؓ نے حضرت بلالؓ کو بھیجا۔ یہ بات کیسے درست ہو سکتی ہے۔ کیونکہ اس وقت دس سال کی بھی نہیں ہوتے اور نبی کریم ﷺ حضرت ابو بکرؓ سے دو سال بڑے تھے۔ ابو جعفر محمد بن جریر طبری اور بعض دیگر کے قول ہے کہ آپ ﷺ نو سال کے تھے۔ بعض دیگر حضرات کا کہنا ہے کہ نبی کریم ﷺ ج بارہ سال کے تھے۔ بہر حال حضرت بلال کو تقریباً تیس سال کے بعد حضرت ابو بکرؓ نے آزاد کروایا۔ وہ قبیلہ بنی خلف کے غلام تھے اور اُن کو اسلام قبول کرنے پر سخت سزا دی جاتی تھی۔ حضرت ابو بکرؓ نے اُنہیں خرید اور اُن لوگوں کے ہاتھوں سے حضرت بلالؓ کو محفوظ رکھا اور یہ روایت مشہور ہے۔)

سہوِ مصنف پر مطلع کرنا:

جس طرح سیرۃ ابنِ سیّد الناس میں نبی کریم ﷺ کی سیرت کو نہایت اچھے انداز میں بیان کیا گیا ہے اور علما نے کتاب کی تعریف کی ہے۔ وہیں بعض مقامات میں مصنف کے سہو پر بھی مطلع کیا ہے۔ جیسے المواہب اللدینۃ بالمنح

المحمدیۃ میں ابنِ سیّد الناس کے قول پر تعجب کا اظہار کیا گیا ہے۔ کہ اُنھوں نے امام بخاری کے قول کی تردید کی ہے اس لیے کہ امام بخاریؒ کے نزدیک غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد ہے اس کی وہ دلیل دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أبا موسى جاء بعد خيبر، وإذا كان كذلك وثبت أن أبا موسى شهد غزوة ذات الرقاع"[23]

(حضرت ابو موسیٰؓ غزوہ خیبر کے بعد تشریف لائے اس کے ساتھ یہ بات بھی ثابت ہے کہ یہ غزوہ ذات الرقاع میں بھی شریک ہوئے تھے)

تو یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر کے بعد ہوا۔ ابنِ سیّد الناس نے غزوہ ذات الرقاع سے متعلق امام بخاریؒ کے قول کے بارے میں جو فرمایا اُس کو ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وعجبت من ابن سيد الناس كيف قال:جعل البخارى حديث أبى موسى هذا حجة فى أن غزوة ذات الرقاع متأخرة عن خيبر۔قال: وليس فى خبر أبى موسى ما يدل على شىء من ذلك، انتهى كلام ابن سيد الناس"[24]

(ابنِ سیّد الناس کی یہ بات قابلِ تعجب ہے۔ کہ امام بخاری کے نزدیک حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ غزوہ ذات الرقاع غزوہ خیبر سے بعد میں واقع۔ ابنِ سیّد الناس کہتے ہیں کہ حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ کی روایت اس بات پر دلالت نہیں کرتی۔)

مصنف نے کتاب کی تالیف کے دوران متعدد مقامات پر کتب صحاح ستہ کی روایات اور دیگر کتب حدیث کی روایات کو ذکر کرنے کی بجائے اپنی سند سے روایات کو لائے ہیں۔ اُن میں بعض صحت کے اعتبار سے کم درجہ تھی۔ اس لیے یہ بہتر ہوتا کہ اگر مصنف ان مقامات پر بھی کتب صحاح ستہ یا دیگر کتب حدیث کی روایات ذکر کرتے۔

اسی طرح مصنف کی کلام میں پائے جانے والے وہم پر بھی متنبہ کیا گیا ہے کہ اس مقام پر ابنِ سیّد الناس سے وہم ہوا ہے، جیسے ابنِ قیم زادالمعاد میں "فَصْلٌ فِي سَرِيَّةِ الْخَبَطِ" کے ذیل میں ابنِ سیّد الناس کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"وكان أميرها أبا عُبيدة بن الجرَّاح، وكانت فى رجَب سنة ثمانٍ فيما أنبأنا به الحافظ أبو الفتح محمد بن سيِّد الناس فى كتاب "عيون الأثر"له"[25]

(اس سریہ کے امیر ابو عبیدہ بن الجراح تھے اور یہ سریہ (ہجرت کے) آٹھویں سال پیش آیا۔ اس بات کو حافظ ابنِ سیّد الناس نے عیون الاثر کے ذریعے بتلایا ہے)

اس کو ذکر کرنے کے بعد حافظ ابنِ قیم نے لکھا:

"وَہُوَ عِنْدِی وَہْمٌ"[26]

([اُن کا اس بات کو نقل کرنا] میرے نزدیک وہم کے ضمرہ آتا ہے۔)

بعد میں حافظ ابن قیم نے اس بات کی وضاحت کی کہ درست بات کیا ہے اور یہ سریہ کب پیش آیا۔

اسی طرح بعض مرتبہ کتبِ صحاح ستہ کی روایت کو سندِ عالی کی وجہ سے نقل نہیں کرتے، لیکن درحقیقت ان کتب کی وہ روایت مصنف کی بیان کردہ روایت سے سندِ عالی سے مذکور ہوتی ہے۔ اس طرح کے بہت سے مقام پر کتاب کے مشہور شارح ابنِ بسط العجمی نے متنبہ کیا ہے مثلاً وفود کے تذکرہ میں وفد ضمام بن ثعلبہ کی تفصیل میں اپنے طریق کی روایت نقل کی۔ جس پر ابنِ بسط العجمی لکھتے ہیں:

"وعدل المؤلف عن روايته من النسائی، لانه وقع له اعلی"[27]

(مصنف کے لیے زیادہ قرین انصاف یہ تھا کہ وہ اس روایت کو سنن نسائی سے نقل کرتے اس لیے کہ اُس کی سند اُن کے لیے زیادہ عالی تھی۔)

الغرض عیون الاثر کو ہر زمانہ میں پذیرائی ملی۔ عصر حاضر میں اس بات کی اشد ضرورت ہے کہ ان اسلوب کو مد نظر رکھتے ہوئے سرورِ دوجہاں ﷺ کی سیرت کو بیان کیا جائے۔

خلاصۃ البحث

- ابن سید الناس کے تصنیفی شہکار "عیون الاثر" میں مستند مآخذ پر اعتماد کیا گیا ہے، جو کتاب کی افادیت اور منفعت کا باعث بنا۔
- اس کتاب کو کتبِ سیرت میں اچھا مقام و مرتبہ حاصل ہے، جس میں سیرت سرورِ عالم ﷺ سے متعلقہ تمام اہم مضامین پر نہایت عمدہ و احسن انداز میں کلام کی گئی ہے۔
- ابن سید الناس نے سابقہ کتب کو مد نظر رکھ کر ایجاز و اخفاء کے ذریعے سیرت کے مضامین کو منقح کر کے قارئین کی خدمت میں پیش کیا ہے۔
- ابن سید الناس سیرت نگار ہونے کے ساتھ محدث بھی تھے، اس لیے انہوں نے کتاب کی تالیف میں سند عالی کا بھی اہتمام کیا، چنانچہ بعض مقام پر اہم کتب کی روایت کی جانب التفات کرنے کی بجائے سند عالی روایت کو بیان فرمایا۔
- سیرت کے اہم رواۃ (ابن اسحاق و واقدی) پر کتاب کے مقدمہ میں مفصل کلام، کتاب کی ایک اہم خصوصیت ہے، جہاں پر اِن حضرات سے متعلقہ اہل علم کی آراء کا محققانہ و ناقدانہ جائزہ لیا گیا ہے۔

- محدثین کے منہج کو ملحوظ رکھتے ہوئے ابن سید الناس نے جن کتب تفاسیر، حدیث، سیرت، تاریخ ولغت وغیرہ سے استفادہ کیا، اُن سے متعلقہ اپنی اسناد کو بیان کیا۔ مؤلف نے کتاب میں کلام کی سلاست کو قائم رکھنے کے لیے اِن اسناد کو کتاب کے آخر میں ذکر کیا ہے۔
- عیون الاثر سے بعد کے مفسرین، اصولِ حدیث کے محققین و مفکرین، کتبِ شروحاتِ حدیث کے مؤلفین کے علاوہ عصر فتاوی جات اور فقہ کی کتب میں بھی استفادہ کیا گیا، جو کہ کتاب کی امتیازی حیثیت کو واضح کرنے کے علاوہ تلقی بالقبول کا بین مظہر ہے۔

حوالہ جات

[1]۔ ابن سید الناس، محمد بن محمد، **عیون الاثر فی فنون المغازی والشمائل والسیر**، بیروت: دار ابن کثیر، 1992ء، 2/220

Ibn e Sayyyid Al Nas, Muhammad bin Muhammad, Ayun Al Atar fi Funon Al Magazi, Beirut:2/220

[2]۔ ایضاً، 1/81

Also,1/81

[3]۔ السیوطی، جلال الدین، عبد الرحمن بن ابی بکر، **تدریب الراوی فی شرح تقریب النواوی**، بیروت: دار طیبہ، س ن، 2/604

Al Sayoti, Abd Al Raman bin Abibakar, Tadrib Al Ravi, Beirut:2/604

[4]۔ ایضاً، 2/607

Also, 2/607

[5]۔ ابن سید الناس، محمد بن محمد، **عیون الاثر**، 1/99-100

Ibn e Sayyyid Al Nas, Ayun Al Atar, 1/99-100

[6]۔ بسط بن العجمی، ابراہیم بن محمد، **نور النبراس فی شرح ابن سید الناس**، مصر: الریسیہ، 1964ء، ص 1

Bast bin Al Ajami, Ibrahim bin Muhammad, Noor Al Nabras, Misar:P 1

[7]۔ ابن سید الناس، **عیون الاثر**، 1/41

Ibn e Sayyyid Al Nas, Ayun Al Atar, 1/41

[8]۔ السبکی، عبد الوہاب بن تقی الدین، **الطبقات الکبریٰ الشافعیۃ**، محقق، عبد الفتاح محمد، بیروت: دار احیاء الکتب العربیہ، س ن، 9/269

Al Sabki, Abd Al Wahhab bin Taqi Al Deen, Tabqat Al Shafiyyah Al Kubra, Beirut:9/269

[9]۔ ابن کثیر، عماد بن اسماعیل، **البدایۃ والنھایۃ**، بیروت: دار ہجر، 1997ء، 14/169

Ibn Kasir, Amad bin Ismail, Al Bidayah w Al Nihayah, Beirut:14/169

[10]۔ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، **الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ**، حیدر آباد: مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، الطبعۃ الثانیۃ 1972ھ، 5/477

Ibn Hajar, Ahmad bin Ali, Al Durar Al Kaminah, Hyderabad:5/477

[11]۔الشوکانی، محمد بن علی، **البدر الطالع بمحاسن من بعد قرن السابع**، قاہرہ: دار الکتب الاسلامی، س ن، 2/250

Al Shokani, Muhammad bin Ali, Al Badar Al Talia, Qahira:2/250

[12]۔حاجی خلیفہ، مصطفی بن عبد اللہ، **کشف الظنون عن اسامی الکتب والفنون**، بیروت: دار احیاء التراث، س ن، 2/1183

Haji Khalifa, Mustafa bin Abdullah, Kashf Al Zanon an Asami Al kutub o Al fanon, Beirut: 2/1183

[13]۔شہاب الدین احمد بن محمد، **حاشیۃ الشھاب علی تفسیر البیضاوی، عنایۃ القاضی وکفایۃ الراضی علی تفسیر البیضاوی**، بیروت: دار صادر، س ن، 7/182

Shihab Al Din, Ahmed bin Muhammad, Hashia Al Shahab Al Tafseer Al Bidawi, Beirut:7/182

[14]۔آلوسی، محمود بن عبد اللہ، شہاب الدین، **روح المعانی فی تفسیر القرآن العظیم والسبع المثانی**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، الطبعۃ الاولی 1415ھ، 14/239

Aalosi, Mahmood bin Abdullah, Rooh Al Maani, Beirut:14/239

[15]۔المظہری، محمد ثناء اللہ، **التفسیر المظھری**، پاکستان: مکتبہ الرشدیہ، 1412ھ، 3/269

Al Mazhari, Muhammad Sanaullah, Al Tafseer Al Mazhari, Pakistan: 3/269

[16]۔القاسمی، محمد جمال الدین بن محمد بن سعید، **قواعد التحدیث فی فنون مصطلح الحدیث**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، س ن، ص 113

Al Qasami, Muhammad Jamal Al Din bin Muhammad, Qawaid Al Tahdees, Beirut:P113

[17]۔ابن حجر عسقلانی، احمد بن علی، **فتح الباری شرح صحیح البخاری**، بیروت: دار المعرفۃ، 1379ھ، 18/38

Ibn Hajar, Ahmad bin Ali, Fath Ul Bari, Beirut:18/38

[18]۔بدر الدین عینی، محمود بن احمد، **عمدۃ القاری شرح صحیح البخاری**، بیروت: دار احیاء التراث، س ن، 18/38

Badar Al Din Ainy, Mahmood bin Ahmed, Aumdah Al Qari, Beirut:18/38

[19]۔بدر الدین عینی، محمود بن احمد، **البنایۃ شرح الھدایۃ**، بیروت: دار الکتب العلمیۃ، الطبعۃ الاولی 2000ء، 12/110-111

Badar Al Din Ainy, Mahmood bin Ahmed, Al Binayah Sharh Al Hidayah, Beirut:12/110-111

[20]۔البجیرمی، سلمان بن احمد، **تحفۃ الحبیب علی شرح الخطیب المعروف حاشیۃ البجیرمی علی الخطیب**، بیروت: دار الفکر، 1995ء، 4/5

Al Bajiri, Salman bin Ahmed, Tuhfat ul Habib, Beirut: 4/5

[21]۔لجنۃ الفتاوی بالشبکۃ الاسلامیہ، **فتاوی الشبکۃ الاسلامیۃ**، بیروت: شبکۃ الاسلامیہ، 18 نومبر 2009ء، 4/321

Lajnat ul Fatawa, Fatawa Al Shabkah, Beirut: 4/321

[22]۔عکوی، عبد الکریم بن زید، **جھود علماء المسلمین فی تمیز صحیح السیرۃ النبویۃ من ضعیفھا**، سعودی عرب: مجمع الملک فہد، س ن، ص30

Akawi, Abd ul Kareem bin Ziad, Jahod Ulama Al Muslimeen, Saudiya Arab: P30

[23]۔الزر قانی، محمد بن عبد الباقی، ابو عبد اللہ، **شرح الزرقانی علی المواھب اللدنیۃ بالمنح المحمدیۃ**، بیروت: دار الکتب العلمیہ، 1996ء، 53/2

Al Zarqani, Muhammad bin Abd Al Baqi, Sharah Al Zarqani Al Mawahib, Beirut: 2/53

[24]۔ایضاً، 53/2

Also, 2/53

[25]۔ابن قیم الجوزیہ، محمد بن ابی بکر، **زاد المعاد فی ھدی خیر العباد**، بیروت: مؤسسۃ الرسالۃ، 1994ء، 389/3

Ibn Qayyim, Abu Abdullah Muhammad, Zad Al Maad, Beirut: 3/389

[26]۔ایضاً

Also

[27]۔بسط بن العجمی، ابراہیم بن محمد، **نور النبراس فی شرح ابن سید الناس**، ص450

Bast bin Al Ajami, Ibrahim bin Muhammad, Noor Al Nabras, P450